167

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۳۵

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ

دین کی نصرت کیلئے اک آسماں پر شور ہے | عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا | اب گیا وقتِ خزاں آئے ہیں پھل لانیکے دن

دنیا میں ایک نبی آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دیگا (الہام مسیح موعود)

الفضل

چندہ ممالک غیر سے سات روپے

میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤنگا - (الہام مسیح موعود)

فہرست مضامین

جلد ۵ | ۱۳- اکتوبر ۱۹۱۷ء | شنبہ | مطابق ۲۵ ذوالحجہ ۱۳۳۵ھ | نمبر ۳۰

مدینۃ المسیح

ع :- یعنی شملہ سے مرے نیک نصیب آپہنچے

حضرت فضل عمر پہاڑ پر اربعین لیلہ پوری کر کے ۱۰- اکتوبر ۱۹۱۷ء قبل نماز مغرب وارد ارض حرم مدینۃ المسیح علیہ السلام ہوئے۔ خدام دسویں تاریخ کی صبح سے ہی استقبال کی تیاریوں میں مصروف تھے۔ ایک حصہ سٹیشن بٹالہ پر اور ایک گروہ نماز ظہر سے فراغت پاتے ہی نہر پر پہنچا۔ اور ایک جماعت جن میں حضرت قاضی سید امیر حسین صاحب و حضرت مولوی شیر علی صاحب بھی تھے موڑ پر جا بیٹھی۔ منتظرین کا سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ غرض تانتا لگا ہوا تھا۔ یہاں سے وہاں تلک نہر پر منشی عبد العزیز صاحب نے لبخنا ناصحًا سائقًا للمشار بین پیش کیا۔ گاڑی آہستہ آہستہ حلقہ خدام میں چلی آرہی تھی۔ اور قدم قدم پر گھوڑے کی

...خفار شملہ اور چند دیگر حضرات کی دعوت کی۔

اخبار احمدیہ

سفر شملہ

۳- اکتوبر - کل شام کو کچھ آریہ صاحبان حضرت کی زیارت کرنے اور اپنے چند سوالات کا جواب لینے آئے تھے اُن سے دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ زکام پہلے ہی سے تھا۔ اس لئے حضرت کی طبیعت آج صاف نہیں رہی۔ میاں محمد شریف صاحب وکیل لاہور تشریف لائے ہیں۔

۴- اکتوبر - حضرت اقدس کی طبیعت اچھی ہے۔ جناب ذوالفقار علی خانصاحب رامپور سے دوبارہ تشریف لائے ہیں۔ ۸- اکتوبر کو واپسی کا فیصلہ ہو گیا ہے۔

۵- اکتوبر - خطبہ جمعہ میں حضرت نے جماعت کو قیمتی نصائح فرمائیں اور دعاؤں پر زور دینے کا ارشاد کیا۔ طبیعت اللہ کے فضل سے اچھی ہے۔

۶- اکتوبر - ایک بنگالی جنٹلمین مسٹر سرت چندر کار نام حضرت سے ملنے درخواست دعا کرنے آئے۔ اور قریبًا ڈیڑھ گھنٹہ تک حضرت انہیں تبلیغ کرتے رہے طبیعت بہت اچھی ہے۔ الحمد للہ

اسی دن رات کو حضرت خلیفۃ المسیح کی مستورات میں تقریر ہوئی جو قلمبند کر لیگئی ہے۔ اس میں حضور نے مستورات کے ان خیالات کا رد کیا کہ ہم عورتیں ہیں ہم دین کی کیا خدمت کر سکتی ہیں حضور نے مثالوں سے بتایا کہ عورتوں نے دین کے بڑے بڑے کام کئے ہیں اور مردوں کو بہت بڑی مدد دی ہے۔ اس لئے یہ بالکل غلط ہے کہ عورتیں کچھ نہیں کر سکتیں۔ اس کے بعد حضور نے اعمال کے متعلق تشریح کی۔

اور نماز پڑھنے کے متعلق خاص تاکید فرمائی۔ نیز اعتقادات بیان فرمائے کہ ان پر یقین رکھنا ضروری ہے۔ اور اخیر میں دینی کاموں میں حصہ لینے کی خاص طور پر نصیحت کی۔ یہ تقریر نہایت پر زور اور موثر ہے۔ اور ہماری مستورات کے لئے خاص طور پر مطالعہ کے قابل ہے امید ہے اس سے بہت فائدہ اٹھایا جائیگا تقریر کے بعد مستورات نے بیعت کی۔

۷- اکتوبر حضرت اقدس کی طبیعت اللہ کے فضل سے اچھی ہے۔ آج دو مسلمان جنٹلمین حضرت کی زیارت کے لئے تشریف لائے۔ اور قریباً دو گھنٹہ تک حضرت کے کلمات طیبات سے مستفیض ہوتے رہے ہیں۔ حضرت نے اچھی طرح اُن کے ذہن نشین کر دیا کہ اسلام کی ترقی سیاست سے نہیں۔ بلکہ مذہب ہی ترقی کا موجب پہلے تھا اب بھی اسی رنگ سے ہوگی۔

۸- اکتوبر اللہ کے احسان اور کرم کا نتیجہ ہے کہ شملہ کے قیام نے حضور کی صحت کو خاصہ فائدہ پہنچایا ہے۔

آج ایک بجے کی گاڑی سے حضرت شملہ سے روانہ ہوتے شملہ کی مخلص اور تعلیم یافتہ جماعت اپنے امام کی مشایعت کے لئے اسٹیشن پر موجود تھی۔ سٹیشن ماسٹر صاحب شملہ خانصاحب عبدالرحمن خاں نے انتظام میں ہر قسم کی سہولت پیدا کرنے اور نہایت خلق سے پیش آنے میں اپنی ہردلعزیزی اور قابلیت کا ثبوت دیا۔ ہم خانصاحب کا شکریہ ادا کرتے اور ریلوے حکام کو ایسے قابل قدر آدمی کے اسٹیشن شملہ پر مامور کرنے کے لئے مبارکباد دیتے ہیں۔

ایک بجے کی گاڑی سے حضور روانہ ہوئے۔ اور پہاڑی ریل سانپ کی طرح بل کھاتی ۱۰۳ سرنگوں میں سے گذرتی قدرتی نظاروں کے دلربا مناظر پیش کرتی ہوئی شام کو کالکا پہنچی۔ اس سفر میں اکثر لوگوں کو قے آجایا کرتی ہے۔ مگر حضرت اقدس و اہل بیت اللہ تعالیٰ کے فضل سے آرام و خیریت سے رہے۔

اسی ساعت کالکا سے روانگی ہوئی۔ اور جماعت انبالہ کی درخواست کے مطابق (جو بذریعہ تار اسٹیشن شملہ پر ہوئی تھی) حضرت نے شام کا کھانا انبالہ چھاؤنی میں منظور فرمایا۔ اور کھانے کے بعد چند نو مبائعین کی بیعت لی اس عرصہ میں گاڑی کٹکر آنے والی ہردوار پسنجر سے لگانے کے لئے تیار ہو گئی۔ چونکہ آج ہردوار پسنجر پر مملکت روحانیت کا سلطان سوار ہونے والا تھا اس لئے گاڑی کو ضرورت محسوس ہوئی کہ گنگا میں اشنان کرکے آئے اس لئے وہ چند منٹ دیر کا عذر کرتی ہوئی پہنچی۔ اور جماعت انبالہ اپنے امام سے مصافحہ کرکے رخصت ہوئی۔ گاڑی ۱۱ بجے کے بعد راجپورہ پہنچی اور حضرت کی گاڑی کاٹکر سٹڈ میں پہنچائی گئی۔ جہاں جماعت راجپورہ۔ بہر اور سنور۔ پٹیالہ۔ اور دوسری جگہ کے احباب موجود تھے نماز مغرب و عشا جمع کرکے اسٹیشن پر ادا کی گئی اور حضرت آرام فرمانے گاڑی میں تشریف لے گئے

۹- اکتوبر آج کے پروگرام میں سرہند۔ سنور اور پٹیالہ۔ ہر سہ مقامات پر ایک ہی دن میں جانے کا فیصلہ ہے۔ بعد نماز پروگرام پیش ہوا اور حضرت ۷ بجے موٹر میں (جو ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب پٹیالہ سے لائے تھے) راجپورہ سے سوار ہوکر سرہند تشریف لائے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ کے احاطہ مزار مبارک کے باہر سرہند۔ خانپورہ۔ ہربنس پورہ۔ بسی وغیرہ مضافات کے احمدی احباب سو ڈیڑھ سو نفوس کی تعداد میں حاضر تھے۔ مستورات بھی آئی ہوئی تھیں۔ منشی سراج الدین صاحب تاجر چرم بریلی سے خاص طور پر اسی تقریب پر اپنے وطن حاضر ہوئے تھے۔ سرہند کی دیواروں پر اشتہار چسپاں تھے اور ہر شخص ذوق و شوق سے اشتہار کا زیب عنوان شعر پڑھتا تھا۔ ؎

سنو اے دوستو ہم تمکو یہ مژدہ سناتے ہیں

امیر المومنین سرہند میں تشریف لاتے ہیں

چند غیر احمدی معززین اور ہندو بھی زیارت کے لئے حاضر تھے۔ مصافحہ کرنے کے بعد حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے مزار پر گئے۔ ۷ بجے ۵ منٹ سے لیکر ۸ بجے ۱۵ منٹ تک (۷۰ منٹ) دعا فرماتے رہے۔ جو اس دعا میں توجہ اور قرب تھا وہ حاضرین اور اہل دل ہی محسوس کر سکتے ہیں۔ راقم اس موقعہ سے فائدہ اٹھاکر نے بھی اپنے بہت پیارے امام کی صحت اور درازی عمر اور حضرت احمد مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سلسلہ کی ترقی کے لئے نیز اُن سب لوگوں کے لئے جو اس ناکارہ سے حضرت امام کی جوتیوں کے طفیل محبت رکھتے ہیں۔ دعا کی الحمد للہ۔ دعا سے فارغ ہوکر حضرت نے درگاہ کے خلیفہ سے ملاقات فرمائی۔ اور اس کے بعد حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے فرزند معصوم میاں کے مقبرہ پر گئے۔ اور ۱۰ منٹ تک دعا فرمائی میں نے بھی "نہرش یادگار ے بینم" کو یاد کرکے پسر موعود کی کامیابی اور اس بابرکت قابل قدر وجود کے حساد کی عداوت و شر سے محفوظ رہنے کے لئے دعا کی۔ دعاؤں سے فارغ ہوکر حضرت نشست کے کمرہ میں جس کا حضور کے خدام نے پہلے سے انتظام کر رکھا تھا تشریف فرما ہوئے۔ جن جماعتوں کا اوپر ذکر ہو چکا ہے اُن کی طرف سے چائے اور ناشتہ کا انتظام تھا۔ حضرت نے چائے پی اور جماعت کی پیش کردہ نذر منظور فرمائی اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف اور اولاد کے متعلق ذکر ہوتا رہا۔ منشی سراج الدین صاحب تاجر چرم بریلی کے کچھ حالات سنائے۔ اور ایک ۲۵ گز لانبا کپڑے کا طومار دکھایا جس پر احمد رضا خاں بریلوی اور اُن کے مقابل مولوی صاحبان کے رسائل و اشتہار کی ایک ایک جلد چسپاں ہے۔

چند نو مبائعین مرد اور عورتوں کی بیعت لی اور خادمان درگاہ کو انعام دیکر ۱۰ بجے سرہند سے واپس تشریف لائے اس سفر میں صاحبزادہ میاں شریف احمد صاحب اور ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب بھی حضرت کے ہمراہ تھے اور راقم بھی اردلی میں تھا) راجپورہ آکر صاحبزادہ میاں شریف احمد کی جگہ جناب صاحبزادہ بشیر احمد صاحب تشریف لے آئے اور حضرت راجپورہ سے پٹیالہ بذریعہ موٹر روانہ ہوئے پٹیالہ پہنچنے پر لینڈو گاڑی دوپہیہ تیار تھی اس میں سوار ہوکر سنور تشریف لے گئے۔ وہاں کے دوست جن میں حضرت میاں عبداللہ سنوری اپنی خصوصیت کیلئے خاص امتیاز رکھتے ہیں استقبال کے لئے قصبہ سے باہر موجود تھے۔ حضرت پہلے میاں عبداللہ صاحب کے کنوئیں پر گئے پھر اُن کی مسجد کی بنیاد رکھی۔ اس کے بعد ان کے مکان پر آکے چند منٹ بیٹھے اور میاں عبداللہ کی خواہش ہو جانے کے بعد میاں قدرت اللہ صاحب سنوری کے ہاں کھانا کھایا

نماز ظہر و عصر جمع کرکے مسجد احمدیہ سنور میں پڑھی گئی۔ مسجد کے باہر ایک بڑا خیمہ نصب تھا۔ جو جلسہ گاہ کے طور پر سجایا گیا تھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

الفضل

قادیان دارالامان ۱۳ اکتوبر ۱۹۱۷ء

قرب الٰہی کے نشانات

حضرت فضل عمر کی ایک معزز ہندو سے گفتگو

۲ اکتوبر بعد نماز مغرب ایک معزز ہندو صاحب مع چند دوستوں کے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ اگرچہ حضور کی طبیعت ناساز تھی اور زکام کی سخت شکایت تھی تاہم حضور نے ملاقات کا موقعہ دیا اور کچھ دیر تک گفتگو فرمائی۔ احباب کرام کی خاطر درج ذیل کیا جاتا ہے۔

(غلام نبی (بلانوی) ۳ اکتوبر ۱۹۱۷ء)

ہندو صاحب میں نے آپ کو اس وقت جبکہ آپ کی طبیعت ناساز ہے تکلیف دی ہے۔ امید کہ آپ معاف فرمائیں گے۔ میں آپ کے ذاتی تجربات کے متعلق کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں

حضرت صاحب۔ آپ جو دریافت کرنا چاہتے ہیں بڑی خوشی سے دریافت کریں۔

ہندو صاحب۔ جو لوگ خدا رسیدہ ہوتے ہیں اور جنہیں خدا کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ آپ کے نزدیک ان کی کیا حالت ہوتی ہے۔ ہمارے شاستر تو کہتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو بالکل بھول جاتے ہیں۔ اور ہر وقت خوشی ہی خوشی محسوس کرتے ہیں۔ اس حالت میں جس بات کا پتہ لگانا چاہیں لگا لیتے ہیں۔

حضرت صاحب۔ یہ درست ہے کہ جن لوگوں کو خدا کا قرب اور معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ ان کا اپنا کچھ نہیں رہتا بلکہ سب کچھ خدا کا ہی ہو جاتا ہے اور انہیں خوشی ہی خوشی محسوس ہوتی ہے۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ یہ بات انسان کی فطرت میں رکھی گئی ہے کہ پیاری اور عزیز چیز کو دیکھ کر خوشی کی لہر اس کے جسم میں پھیل جاتی ہے۔ دیکھئے ایک دوست جو مدت کے بعد انسان کو ملتا ہے تو اسے دیکھتے ہی خوشی اور سرور کی لہر اس کے جسم میں پھیل جاتی ہے۔ اور جب وہ بالکل قریب آ جاتا ہے۔ ہاتھ سے ہاتھ ملاتا یا گلے ملتا ہے تو بہت زیادہ راحت حاصل ہوتی ہے پس جب کسی ایسے رشتہ اور تعلق والے سے ملکر انسان کو خوشی ہوتی ہے جس سے عارضی اور محدود تعلق ہوتا ہے تو آپ سمجھ لیں کہ جو خدا کو دیکھ لیتا ہے اور اس سے ملاقات کر لیتا ہے اس کو کس قدر خوشی حاصل ہوتی ہوگی۔ ایسے انسان کو واقعہ میں پھر کسی چیز کی پروا نہیں رہتی۔ اور کوئی چیز اسے برائی اور بدی کی طرف مائل نہیں کر سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ وہ بات جو انسان کو کامل نیکی اور تقویٰ سکھاتی۔ اور برائیوں سے بکلی بچا دیتی ہے۔ وہ خدا کا قرب ہے

ہندو صاحب۔ آپ نے فرمایا ہے کہ جب انسان خدا کو دیکھ لیتا ہے تو پھر اسے کسی چیز کی پرواہ نہیں رہتی اور کوئی بدی اسے اپنی طرف مائل نہیں کر سکتی۔ لیکن خدا کا وجود تو ہے نہیں پھر کس طرح کوئی انسان اسے دیکھ سکتا یا ملاقات کر سکتا ہے۔

حضرت صاحب۔ دیکھئے اور معلوم کرنے کے کئی طریق ہوتے ہیں۔ دیکھئے اگر انسان کے جسم میں بجلی داخل ہو تو وہ اسے ان آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا۔ مگر وہ سمجھتا ہے کہ کوئی چیز ہے جو میرے جسم میں داخل ہو رہی ہے۔ کیونکہ اس کا وہ اثر محسوس کرتا ہے۔ بعینہ اسی طرح جب اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو جائے تو گو وہ اس طرح نظر نہیں آتا کہ کوئی وجود آنکھوں کے سامنے ہے لیکن انسان اپنی حالت ایسی محسوس کرتا ہے کہ جس سے اسے خدا کے ساتھ تعلق ہونیکا یقین ہو جاتا ہے۔ اسے ایسا سکون اور تسلی حاصل ہو جاتی ہے کہ جس سے وہ معلوم کرتا ہے کہ میں اس دنیا کا انسان ہی نہیں رہا۔ اور اس سے مجھے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ اس وقت اسے خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہونیکا ایسا ہی یقین ہو جاتا ہے جیسا کسی چیز کو آنکھوں سے دیکھ کر ہوتا ہے۔

ہندو صاحب۔ ایسی حالت میں اگر وہ کوئی بات معلوم کرنا چاہے تو کیا معلوم کر سکتا ہے۔ یا جو کام کرانا چاہے کرا سکتا ہے

حضرت صاحب۔ ہمارا یہ عقیدہ نہیں کہ انسان جو چاہے خدا سے منوا لے۔ کیونکہ انسان کا خدا تعالیٰ سے تعلق بادشاہ اور غلام کا ہوتا ہے۔ اور غلام خواہ کتنا ہی منظور نظر ہو اس کی یہ طاقت نہیں ہوتی کہ اپنی ہر ایک بات بادشاہ سے منوا لے۔ اصل بات یہ ہے کہ جن انسانوں کا خدا تعالیٰ سے خاص تعلق ہو جاتا ہے۔ اور اس کا قرب و معرفت حاصل ہوتی ہے ان کو اس قسم کی فضول اور لغو باتوں کی طرف توجہ ہی نہیں ہوتی کہ جن کا کوئی فائدہ ہی نہ ہو جس طرح ایک بچہ بہت سی ایسی باتیں کرتا ہے جن کا کوئی نتیجہ اور فائدہ نہیں ہوتا۔ مگر ایک دانا اور عقلمند انسان کبھی ایسی باتوں کو زبان پر لانے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتا اسی طرح خدا کے مقرب لوگوں کا حال ہوتا ہے وہ نتیجہ خیز اور فائدہ مند باتوں کی طرف ہی توجہ کرتے ہیں اور ان سے ان کو اور زیادہ سرور اور لذت حاصل ہوتی ہے۔

ہندو صاحب۔ کیا جب ایک دفعہ انسان کو خدا کا قرب حاصل ہو جائے تو پھر اس میں ترقی ہوتی رہتی ہے یا نہیں

حضرت صاحب۔ ہاں ترقی ہوتی رہتی ہے۔ بلکہ پہلے جو محبت اور قرب حاصل ہوتا ہے۔ وہ اور محبت اور قرب حاصل ہونے کا موجب بنتا جاتا ہے۔ اور یہ تو دنیا میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ اچھی اور اعلیٰ درجہ کی چیز وہی سمجھی جاتی ہے کہ جس قدر بھی حاصل ہوتی جائے اسی قدر اس کی محبت بڑھتی جائے۔ اور اس کے اور زیادہ حاصل کرنے کی خواہش پیدا ہو۔ خدا تعالیٰ کا قرب چونکہ تمام چیزوں سے اعلیٰ اور ارفع ہے اس لئے اس میں ترقی کرنے کی خواہش ....

....

.... بیش از بیش پیدا ہوتی رہتی ہے۔ اور ترقی بھی حاصل ہوتی رہتی ہے۔

ہندو صاحب۔ تو کیا خدا کا قرب کمال درجہ کا کسی انسان کو حاصل نہیں ہوتا۔

حضرت صاحب۔ کمال تو حاصل ہوتا ہے۔ مگر ایسا نہیں کہ اس سے آگے ترقی نہ ہو سکے۔ کیونکہ اگر یہ مانا جائے تو خدا کو محدود ماننا پڑے گا۔ لیکن چونکہ وہ غیر محدود ہے اس لئے اس کا قرب بھی غیر محدود ہے۔

ہندو صاحب۔ اگر انسان کے سارے عیب دور ہو جائیں اور وہ ہر قسم کی برائیوں سے پاک ہو جائے تو پھر خدا کے قریب سے اسے اور کیا حاصل ہوتا ہے۔

حضرت صاحب۔ عیبوں کا دور ہونا۔ اور بدیوں کا چھوٹنا ایک معمولی درجہ ہے۔ اور چونکہ برائیاں اور بدیاں محدود ہیں اس لئے وہ تو ختم ہو جاتی ہیں۔ مگر نیکیوں کا تعلق چونکہ خدا تعالےٰ سے ہے اس لئے وہ غیر محدود ہیں اور ان میں انسان ترقی ہی کرتا جاتا ہے۔ اور جس قدر زیادہ ترقی کرتا جاتا ہے اسیقدر اس کا سرور اور لذت بڑھتی جاتی ہے۔

ہندو صاحب۔ اگر یہ نامناسب نہ ہو تو میں آپ سے دریافت کروں کہ کیا آپ پر ہمیشہ وہ حالت طاری رہتی ہے جو خدا کے کامل قرب اور معرفت سے حاصل ہوتی ہے

حضرت صاحب۔ خدا تعالےٰ کے قرب اور ملاقات کے کئی طریق ہیں۔ ایک تو یہ کہ خدا تعالیٰ اپنا خاص جلوہ دکھاتا ہے۔ ایسے وقت میں انسان دنیا و مافیہا سے بالکل کٹ جاتا ہے دوسرے خدا کی ملاقات کا یہ طریق ہے کہ انسان کے کان میں آواز ڈالی جاتی ہے۔ تیسرے یہ کہ اسے تمثیلی رنگ میں نظارہ دکھایا جاتا ہے۔ چوتھے یہ کہ لکھے ہوئے الفاظ دکھائے جاتے ہیں۔ ملاقات کی یہ صورتیں کبھی کبھی ہوتی ہیں۔ اور جب آتی ہیں تو اس وقت انسانوں وغیرہ سے کوئی تعلق نہیں رہتا۔ اور اگر وہ شخص اس وقت انسانوں میں بیٹھا ہوا بھی ہو تو بھی ایسا ہو جاتا ہے کہ گویا مردہ ہے۔ اور ان سے اسے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن جب اسے لوگوں سے تعلق رکھنے اور ان کی اصلاح کرنے کے لئے چھوڑا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی ملاقات سے جو فیوض حاصل ہوئے ہوں ان کے برتنے کا موقعہ دیا جاتا ہے۔ اس وقت بھی سرور ولذت اس کے ساتھ رہتی ہے۔ اور بڑھتی رہتی ہے۔

ہندو صاحب۔ یہ حالتیں جو خدا تعالیٰ کی ملاقات کی آپ نے بتائی ہیں۔ ہمارے یہاں ان کو سمادھی کہتے ہیں۔ آپ نے یہ فرمایا ہے کہ اس طرح خدا دکھاتا ہے۔ یا کلام کرتا ہے۔ تو کیا جو کچھ دکھایا جاتا یا بتایا جاتا ہے وہ شک و شبہ سے مبرا ہوتا ہے۔

حضرت صاحب۔ ہاں جس کو دکھایا یا بتایا جاتا ہے اس کے لئے بالکل غلطی سے مبرا ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے خدا تعالیٰ کی غرض اسے یقین دلانا ہوتی ہے۔ اگر اس میں بھی شک و شبہ باقی رہے تو پھر کیا فائدہ۔

ہندو صاحب۔ اس طرح جو کچھ بتایا جاتا ہے کیا اس کے دلائل نہیں ہوتے۔

حضرت صاحب۔ دلائل ہوتے ہیں جس پر یہ حالت طاری ہو۔ اسے تو دلائل کے بغیر ہی یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالےٰ سے سنتا ہے۔ لیکن دوسروں کو یہ سمجھانے اور یقین دلانے کے لئے کہ خدا نے اس سے کلام کیا ہے ضروری ہے کہ دلائل دیئے جائیں۔ ورنہ سچے اور جھوٹے میں کوئی امتیاز نہ رہے۔

ہندو صاحب اگر کسی دنیاوی معاملہ کے متعلق سمادھی کے ذریعہ پتہ لگانا چاہیں تو لگا سکتے ہیں۔ یا نہیں۔

حضرت صاحب۔ اللہ تعالےٰ بادشاہ ہے اور انسان اس کے سامنے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا اس لئے انسان کا یہ حق نہیں ہے کہ جو چاہے خدا سے دریافت کرے اور نہ ہی خدا تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ ہر بات اسے بتا دے۔ اس لئے بعض دفعہ تو بتا دیتا ہے اور بعض دفعہ نہیں بتاتا

ہندو صاحب۔ ہر ایک بات جو انسان دریافت کرے اس کے نہ بتانے کی وجہ انسان کی کمی علم ہے یا کوئی اور

حضرت صاحب۔ انسان کا علم چونکہ محدود ہے اس لئے وہ بعض ایسی باتوں کے معلوم کرنے کی خواہش کر بیٹھتا ہے جو اس کے نزدیک تو مفید اور نتیجہ خیز ہوتی ہیں لیکن خدا تعالےٰ کے نزدیک اس کو بتانا مفید نہیں ہوتا۔ اس لئے نہیں بتائی جاتیں۔ ہاں جو خدا کے نزدیک بھی مفید ہوں وہ بتائی جاتی ہیں۔ لیکن اس درجہ کے انسان کی ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ اسے یہ خیال تک نہیں ہوتا کہ فلاں بات دریافت کروں یا فلاں معاملہ پیش کروں۔ بلکہ وہ یہی چاہتا ہے کہ جس طرح خدا کی مرضی ہے وہ مجھ سے سلوک کرے۔ میں اپنی ذات کے لئے کچھ نہیں چاہتا۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگوں کو دنیاوی فوائد کی کوئی پروا نہیں ہوتی۔ مثلاً ہندوستان میں جو ایسے لوگ ہوتے ہیں۔ بدھ۔ رام۔ کرشن۔ ان کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے ذاتی معاملات کے متعلق کچھ پروا نہیں کی۔ ہاں اللہ تعالیٰ ان کو خود بتا دیتا رہا ہے۔

ہندو صاحب۔ کیا ایسے انسان کو اگر کوئی آ کر کہے کہ مجھے فلاں بات کے متعلق بتا دیا جائے تو وہ بتا سکتے ہیں یا نہیں۔

حضرت صاحب۔ ہم نے دیکھا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کے پاس بعض لوگ آتے اور کہتے کہ ہمارا فلاں کام کرا دیں۔ لیکن آپ ان کی طرف کوئی توجہ نہ کرتے۔ لیکن بعض اوقات ان کے سامنے کسی کی ایک ایسی دردناک حالت پیش ہو جاتی کہ اکیدن میں ہی اس کا مقصد حاصل ہو جاتا۔ تو یہ انسان کے حالات کے ماتحت ہوتا ہے۔ چنانچہ یہی نواب صاحب جو یہاں اترے ہوئے ہیں۔ ان کا بچہ ایک دفعہ سخت بیمار ہوا۔ اور مولوی نورالدین صاحب نے جو ریاست جموں میں شاہی طبیب رہ چکے تھے اور دوسرے ڈاکٹروں نے فیصلہ کر دیا کہ اب یہ نہیں بچ سکتا۔

اس وقت حضرت مرزا صاحب نے دعا کی کہ یہ بچہ اچھا ہو جائے۔ تو آپ کو بتایا گیا کہ حالات اس قسم کے ہیں کہ موت ہو گی۔ اسپر آپ نے عرض کی کہ میں سفارش کرتا ہوں کہ اسے بچایا جائے۔ ہمارا عقیدہ ہے اور عقل چاہتی ہے کہ ایسا ہی ہو کہ سفارش بغیر اجازت کے نہیں ہونی چاہئے۔ اس وقت خدا تعالےٰ نے آپ کو کہا کہ اجازت کے بغیر کیوں سفارش کی گئی ہے یہ سن کر آپ کی ایسی حالت ہو گئی کہ گویا زندہ ہی نہیں۔ اس وقت خدا تعالےٰ نے فرمایا اچھا اب ہم اجازت دیتے ہیں سفارش کرو۔ پھر آپ نے سفارش کی اور باہر آ کر لوگوں کو بتا دیا کہ یہ لڑکا فوت نہیں ہو گا۔ بلکہ زندہ رہیگا۔ چنانچہ اسی وقت سے اس کی حالت میں تغیر آنا شروع ہو گیا۔ اور وہ بالکل تندرست ہو گیا۔ اب کالج میں پڑھتا ہے۔ چونکہ نواب صاحب بڑے اخلاص اور محبت کے ساتھ وہاں رہتے تھے اور ابھی ان کے رہنے کے ابتدائی ایام تھے اس کا آپ پر اثر ہوا۔ اسی طرح قادیان میں ایک لڑکے کو جو بہت دور سے پڑھنے کے لئے آیا ہوا تھا اور سعد الدین کا اکلوتا بیٹا تھا دیوانے کتے نے کاٹا اور کسولی علاج کے لئے بھیجا گیا۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد بیماری ہو گئی۔ کسولی تار دی گئی۔ جواب آیا کہ اب ہم کوئی علاج نہیں کر سکتے۔ اس وقت حضرت مرزا صاحب نے اس کے لئے دعا کی اور وہ اچھا ہو گیا۔ اور اب ایک کارخانہ کا مالک ہے۔ یہ دنیا میں ایک ہی مثال ہے کہ بیماری ہو کر صحت ہو گئی ہو۔ کیونکہ ڈاکٹروں کا فیصلہ ہے۔ اور آجتک ایسا ہی واقعات سے ظاہر ہے کہ جس کو بیماری ہو جائے وہ نہیں بچ سکتا۔ لیکن

آپ کی دعا سے وہ بچ گیا۔ پس اگر ان لوگوں کی توجہ کسی کی طرف ہو جائے اور یہ اس کے حالات کے ماتحت ہی ہوتی ہے تو تھوڑی ہی دیر میں اس کو مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر نہ ہو تو پھر نہیں ہوتا۔

ہندو صاحب - اس بات کا پتہ لگانے کے لئے کہ خدا کسی سے کلام کرتا ہے۔ کیا طریق ہے۔

حضرت صاحب - خدا تعالیٰ کی طرف سے اس انسان کو ایسے دلائل دیئے جاتے ہیں کہ جن سے یقین حاصل ہو جاتا ہے کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں۔ (۱) ان کو آئندہ کی خبریں بتائی جاتی ہیں اور وہ قبل از وقت کہدیتے ہیں۔ کہ ضرور ایسا ہی ہوگا۔ کبھی نہیں ٹلیگا۔ پھر اپنے وقت پر ویسا ہی ہو جاتا ہے (۲) یہ کہ ان کی مخالفت میں جو کھڑا ہوتا ہے وہ ناکام اور نامراد رہتا ہے (۳) جن باتوں کے لئے انھیں کھڑا کیا جاتا ہے ان کے کرنے کے لئے جو بھی کھڑے ہوتے ہیں۔ ان کی ایسی تائید کی جاتی ہے کہ ظاہری سامان بالکل مخالف ہوتے ہیں۔ لیکن کامیابی انھیں کو حاصل ہوتی ہے (۴) دنیا کے دوسرے لوگوں کے مقابلے میں ان کی دعائیں زیادہ قبول ہوتی ہیں۔ اور ایسے رنگ میں قبول ہوتی ہیں کہ لوگ حیران ہو جاتے ہیں (۵) اگر دشمن کے ساتھ انھیں مقابلہ پیش آجائے تو خدا تعالیٰ انھیں کی دعا سنتا ہے۔ اور ان کے مخالفین کی رد کر دیتا ہے۔ (۶) اللہ تعالیٰ ان کی مدد اور نصرت کے لئے ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ جس کام کے لئے وہ کھڑے ہوتے ہیں اس میں انھیں کامیابی ہو جاتی ہے۔ اور کبھی ناکام نہیں رہتے۔

ہندو صاحب - آئندہ کے بارے میں کیا جناب نے کوئی پیشگوئیاں کی ہیں

حضرت صاحب ہمارے نزدیک دعوے کے ساتھ خصوصیت سے پیشگوئیاں شائع کرنا نبی کا کام ہے مجھے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض خبریں مل جاتی ہیں۔ مگر میرا یہ درجہ نہیں ہے کہ ان کا اعلان کرتا پھروں۔ ہاں حضرت مرزا صاحب کا ہم یہ درجہ مانتے ہیں۔ انھوں نے بہت سی پیشگوئیاں شائع کی ہیں

ہندو صاحب۔ کیا اگر آپ کسی معاملہ کے متعلق دعا کریں تو اس کا راز آپ پر کھل جاتا ہے۔

حضرت صاحب بعض اوقات کھل بھی جاتا ہے اور اگر خدا کا منشا نہ ہو تو نہیں بھی کھلتا۔ بعض دفعہ تو ایسا ہوتا ہے کہ جو واقعات دوسرے دن ہونے ہوتے ہیں وہ سب کے سب دکھا دیئے جاتے ہیں۔ بعض دفعہ اور خبریں بھی دیجاتی ہیں۔ اور حضرت مرزا صاحب کیوجہ سے ہماری جماعت میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جنھیں یہ بات حاصل ہے۔

آریہ صاحب میرے نزدیک پیشگوئی ایسی ہونی چاہئے کہ جس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہے۔ مثلاً یہ جو جنگ ہو رہی ہے۔ اس کے متعلق بتایا جائے کہ کب اور کس تاریخ ختم ہوگی

حضرت صاحب - اسی جنگ کے متعلق حضرت مرزا صاحب نے پیشگوئی کی تھی۔ جو بالکل صاف پوری ہوئی ہے انھوں نے لکھدیا تھا کہ دنیا پر ایک خطرناک آفت آئیگی اور اس کی یہ علامتیں بتائی تھیں کہ ساری دنیا پر اس کا اثر پڑیگا۔ سرسبز و آباد ملک ویران اور غیر آباد ہو جائینگے ندیاں مردوں کے خون سے سرخ ہو جائینگی۔ اسوقت زار روس کی حالت سخت دردناک ہو جائیگی۔ یہ سب باتیں پوری ہوگئی ہیں

ہندو صاحب۔ کیا اس پیشگوئی میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کس تاریخ صلح ہوگی۔ اگر خاص تاریخ مقرر کر دیجائے اور وہ ٹھیک نکلے تو میرے خیال میں تمام دنیا پیشگوئی کرنے والے کو سچا مان لے۔

حضرت صاحب۔ یہ لوگ دنیا کو ہدایت دینے اور خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرانے کے لئے آتے ہیں اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ انسان خود بھی کوشش کرے۔ لیکن اگر اس قسم کی پیشگوئیاں ہوں جن پر کسی انسان کو اعتراض کا کوئی موقعہ نہ ملے تو سارے دنیا کا ایک ہی مذہب ہو جائے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ابتدا سے لیکر اب تک کبھی ایسا نہیں ہوا۔ دنیا میں اوتار اور نبی جو پیدا ہوئے ہر زمانہ میں ان کی مخالفت کرنیوالے ہوتے رہے ہیں۔ تو اگرچہ پیشگوئی صاف ہوتی ہے۔ تاہم اس میں کچھ نہ کچھ اخفاء کا پہلو بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر یہ نہ ہو تو اس کے ماننے والے کسی انعام کے مستحق نہ ہوں۔

ہندو صاحب۔ یہ ہوسکتا ہے کہ کسی بات کا یقین تو ہو جائے مگر انسان اس پر عمل نہ کرے۔ اس لئے خدا کی طرف سے پیشگوئی ایسی ہونی چاہئے جس کو ہر ایک مان لے۔ آگے جو عمل کرے اسے انعام ملے۔ اور جو نہ کرے اسے نہ ملے۔

حضرت صاحب۔ یہ صحیح نہیں ہے کہ جس بات کے صحیح ہونیکا پورا پورا یقین ہو جائے۔ پھر انسان اس پر عمل نہ کرے کیونکہ جس بات کا علم ہوتا ہے کہ یوں ہے اس کے مطابق عمل کیا جاتا ہے۔ پس جو لوگ خدا کے احکام پر عمل نہیں کرتے وہ وہی ہوتے ہیں جنھیں مذہب ورثہ میں حاصل ہوتا ہے نہ کہ وہ جنھیں یقین حاصل ہوتا ہے۔

ہندو صاحب۔ کیا اگر حق الیقین ہو جائے تو انسان ضرور نیک ہو جاتا ہے۔

حضرت صاحب۔ ہاں ضروری ہے کہ نیک ہو مثلاً یقین ہوتا ہے کہ آگ جلاتی ہے اس لئے اس میں کوئی ہاتھ نہیں ڈالتا۔ لیکن ہاتھ نہ ڈالنا اس کا کوئی کمال نہیں ہے۔ بلکہ طبعی تقاضا ہے کہ اسی طرح جس کو خدا تعالیٰ پر حق الیقین حاصل ہو جاتا ہے وہ فطرتاً نیک کام کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔

اس کے بعد حق الیقین حاصل ہونے کی مثال میں حضرت مسیح موعود کا ذکر کیا گیا۔ کہ آپ نے کسی عربی سکول میں نہ پڑھا کسی لائق عربی داں استاد نے آپ کو نہ پڑھایا۔ کبھی آپ عرب میں نہ گئے۔ لیکن جب مخالفین نے آپ پر اعتراض کیا کہ جاہل ہے تو خدا تعالیٰ نے کہا عربی میں کتابیں لکھو۔ چنانچہ آپ نے لکھیں اور بڑا بڑا انعام رکھا کہ اگر کوئی ان کے مقابلہ پر لکھے تو اسے اتنا انعام دیا جائیگا۔ لیکن کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ ان کتابوں میں چونکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے عبارت لکھائی گئی ہے اس لئے ممکن نہیں۔ کہ کوئی مقابلہ کر سکے۔ تھوڑا ہی عرصہ ہوا پروفیسر مارگولی اتھ جسے عربی کا بہت بڑا ماہر سمجھا جاتا ہے قادیان آیا اور اس نے اسلام کی صداقت کا معجزہ پوچھا تو میں نے یہی پیش کیا اور اسے وہ کتابیں بھی دیں

د تو جن انسانوں کو یہ درجہ حاصل ہوتا ہے انھیں حق الیقین کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ ہاں دوسروں کو ایسے نشانات دیکھکر عین الیقین ہوتا ہے اور حق الیقین اسی وقت حاصل ہوتا ہے جبکہ خود ان پر بھی یہی حالت گذرے۔

احباب توسیع اشاعت الفضل میں کوشش کریں ورنہ اخبار آٹھ صفحہ کا کرنا پڑے گا

ختم نبوت

جناب میر محمد اسحاق صاحب کی وہ تقریر جو آپ نے ۳۰- ستمبر ۱۹۱۷ء جماعت احمدیہ شملہ کے سالانہ جلسہ پر بمقام میسانک ہال فرمائی

(نوشتہ ایڈیٹر الفضل)

حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے چودھویں صدی ہجری میں دعویٰ کیا کہ حدیثوں میں جو لکھا ہے کہ مسیح آئیگا۔ اس کا مصداق میں ہوں اور اس مسیح کو چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی کہا ہے اس لئے میں نبی ہوں۔ اور ان تمام الفاظ کا مصداق ہوں جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح کے متعلق فرماتے ہیں۔ اب یہ تو نہیں ہو سکتا کہ آنحضرت صلعم کے فرمودہ الفاظ میں سے بعض کے حضرت مرزا صاحب مصداق ہوں اور بعض کے نہ ہوں۔ بلکہ تمام ہی کے مصداق ہونگے۔ اس لئے حضرت مرزا صاحب کا دعویٰ مرکب ہے۔ مسیحیت اور نبوت سے۔ نہ یہ کہ فقط ان میں سے صرف ایک آپ کا دعویٰ ہے۔

حضرت مرزا صاحب کے دعوے پر اعتراض جب آپ نے یہ دعویٰ کیا تو دنیا نے آپ پر اعتراض کئے اور ان دونوں باتوں پر اعتراض کئے۔ دنیا نے کہا کہ تم مسیح موعود تو اس لئے نہیں ہو سکتے کہ وہ مسیح آسمان پر ہے اور جب تک کوئی آسمان سے نہ اترے اس وقت تک مسیح موعود نہیں ہو سکتا۔ اور نبی تم اس لئے نہیں ہو سکتے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی آ نہیں سکتا یہ اعتراض اس زور شور سے کئے گئے کہ اگر دعویٰ کرنے والا کوئی دنیا دار انسان ہوتا تو گھبرا جاتا اور اپنے دعوے کو ترک کر دیتا۔ مگر چونکہ حضرت مرزا صاحب صادق تھے اس لئے آپ نے کوئی پرواہ نہ کی۔ اور ایک کثیر التعداد ایسی جماعت تیار کر دی جس نے آپ کے ان دونوں دعوؤں کو شرح صدر سے تسلیم کر لیا۔

اس وقت میرے مضمون کا تعلق حضرت مرزا صاحب کے دعوے کے اس حصہ سے ہے جو نبوت کے متعلق ہے گو چونکہ آپ کا دعوے مسیحیت کا بھی ہے۔ اس لئے اس کے متعلق بھی کسی قدر بیان کرونگا۔ دنیا نے آپ کو کہا کہ تم مسیح موعود کیسے ہو سکتے ہو۔ اس نے تو آسمان سے آنا ہے اور نبی بھی نہیں ہو سکتے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اس اعتراض کے متعلق ہم جب قرآن کریم کو دیکھتے ہیں کہ وہ کیا فیصلہ کرتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ بالکل غلط ہے۔

سچے اور جھوٹے نبی کے پرکھنے کا معیار قرآن کریم نے سچے اور جھوٹے نبی کے پرکھنے کے لئے ایک معیار پیش کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ مایقال لک الاما قد قیل للرسل من قبلک (۴۱- ۴۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو اعتراض تجھ پر کئے جاتے ہیں یہ کوئی نئے نہیں ہیں۔ تم سے پہلے جو رسول ہوئے ہیں ان پر بھی یہی اعتراض کئے گئے اس سے معلوم ہو گیا کہ ایسے اعتراضات جو پہلے انبیاء پر ہو چکے ہوں وہی اگر کسی اور مدعیٔ نبوت پر کئے جائیں تو وہ جھوٹے ہوتے ہیں۔ اور جس پر کئے جائیں وہ سچا ہوتا ہے۔ دیکھو کفار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کیا کہ مالھذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق۔ یہ کس طرح کا رسول ہے جو کھانا کھاتا اور گلیوں میں چلتا پھرتا ہے۔ اس کا جواب خدا تعالیٰ نے یہ نہیں دیا کہ کھانا کھانے اور گلیوں میں چلنے سے نبوت میں کوئی نقص نہیں آتا۔ بلکہ یہ دیا ہے کہ وما ارسلنا قبلک من المرسلین الا انھم لیاکلون الطعام ویمشون فی الاسواق کہ ہم نے تجھ سے پہلے کوئی ایسا رسول نہیں بھیجا۔ جو کھانا نہ کھاتا ہو یا گلیوں میں نہ چلتا ہو۔ بلکہ ایسے بھیجے ہیں جو کھانا بھی کھاتے اور گلیوں میں بھی چلتے تھے۔ یعنی یہ اعتراض ایسا ہے کہ اگر اس نبی پر پڑتا ہے تو تم سے پہلے نبیوں پر بھی پڑتا ہے اس لئے غلط ہے۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ کوئی ایسا اعتراض جو کسی پہلے نبی پر پڑتا ہو وہ غلط ہوتا ہے۔ اور نبوت کا دعویٰ کرنے والا سچا۔

حضرت مرزا صاحب کو اس معیار پر پرکھو اب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب پر جو یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ آنے والے مسیح نے چونکہ آسمان سے آترنا ہے اس لئے تم مسیح موعود نہیں ہو سکتے۔ پھر یہ کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اس لئے آپ نبی نہیں ہو سکتے۔ یہ اعتراض کسی پہلے نبی پر بھی کئے گئے ہیں یا نہیں۔ اگر کئے گئے ہیں تو حضرت مرزا صاحب کے دونوں دعوے سچے

مسلمانوں کی یہود اور نصاریٰ سے بہت مشابہت لیکن یہ بات صاف طور پر ثابت ہے کہ یہی اعتراض آپ سے پہلے انبیاء پر بھی کئے گئے ہیں۔ مگر دیکھئے کیسا اتفاق ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لتتبعن سنن الذین من قبلکم شبرًا بشبر.......

ایک زمانہ میں مسلمان پہلی قوموں کے ایسے مشابہ ہو جائینگے جس طرح ایک بالشت دوسری بالشت کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔ صحابہ نے پوچھا۔ یا رسول اللہ کیا یہود اور نصاریٰ کی طرح آپ نے فرمایا اور کون۔ تو رسول کریم نے فرما دیا کہ جو چال ان سے پہلی قوم چلی ہے۔ وہی مسلمان چلیں گے۔ اب ہم جب یہ دیکھتے ہیں کہ پہلی قوم کون ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل ہے۔ اور اس نے یہی دونوں اعتراض کئے ہیں جو آج مسلمان حضرت مرزا صاحب پر کرتے ہیں۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام آئے تو انھوں نے کہدیا کہ یوسف (علیہ السلام) کے مرنے کے بعد اب کوئی رسول نہیں آ سکتا۔ پھر جب حضرت مسیح آئے تو یہود نے کہا کہ جب تک ایلیا آسمان سے نہ آترے ہم تجھے کس طرح قبول کر سکتے ہیں۔ اب یہی دونوں باتیں مسلمان کہتے ہیں۔ پس میرے لئے اتنا ہی بتا دینا کافی ہے کہ چونکہ یہی دونوں اعتراض جو حضرت مرزا صاحب پر کئے جاتے ہیں۔ آپ سے پہلے دو سچے نبیوں پر ہو چکے ہیں۔ اس لئے قرآن کے معیار کے مطابق دونوں غلط ہیں۔ اور جب یہ غلط ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دروازہ بند نہیں ہوا بلکہ کھلا ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب خدا کے سچے نبی اور رسول ہیں۔ لیکن چونکہ یہ مسئلہ بہت اہم ہے اس لئے میں اسی پر بس نہیں کرتا بلکہ اور دلائل بھی بیان کرونگا۔ لیکن کیا ایک عقلمند اور دانا انسان کے لئے ضروری نہیں ہے کہ قرآن کریم کے اس معیار کو جو میں نے بیان کیا اپنے سامنے رکھے۔

اور اس پر حضرت مرزا صاحب کو پرکھ کر دیکھنا ضرور ہے اس لئے میں امید کرتا ہوں کہ آپ صاحبان ضرور اس پر غور کریں گے۔

نبی کے آنے پر اعتراض اور اُن کا جواب

اب میں ان شکوک کا ازالہ کرنا چاہتا ہوں جو کسی نبی کے آنے کے متعلق پیش کئے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ کوئی نبی اس لئے نہیں آسکتا کہ قرآن کریم نبوت کے دروازے کو بند کرتا ہے۔ احادیث بند کرتی ہیں اور اجماع اُمت بند کرتا ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ کیا ان کی یہ بات درست اور صحیح ہے۔

قرآن کریم سے نبوت کا دروازہ بند ہونے کے ثبوت میں جو آیات پیش کیجاتی ہیں وہ جہاں تک مجھے معلوم ہے دو ہیں (۱) آیت خاتم النبیین اور (۲) الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا۔ پہلے میں پہلی آیت کو لیتا ہوں۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین۔ اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ محمد تمہارے میں سے کسی کا باپ نہیں ہے۔ لیکن اللہ کا رسول اور خاتم النبیین ہے۔ اب اگر واقعہ میں خاتم النبیین کے معنی نبوت کے دروازے کو بند کرنے والا ہیں۔ تو ہم ماننے کے لئے طیار ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا لیکن ان معنوں کے درست یا غلط ہونے کے متعلق ہمیں قرآن کریم ہی کے بتائے ہوئے اصل کے ماتحت فیصلہ کرنا چاہئے

کسی آیت کے معنی کرنیکا طریق

قرآن کریم کی کسی آیت کے معنی اور مطلب سمجھنے کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ افلا یتدبرون القرآن لوگ قرآن کی آیات پر تدبر کیوں نہیں کرتے۔ تدبر عربی لفظ ہے جو دُبر سے نکلا ہے جس کے معنی آگے پیچھے کے ہیں۔ اس سے خدا تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ کسی آیت کے ایسے معنی نہ کرو جو اس سے اگلی یا پچھلی آیات کے خلاف ہوں۔ اب دیکھنا چاہئے کہ اس آیت کے جو معنی کئے جاتے ہیں وہ اگلی پچھلی آیات کے خلاف تو نہیں۔ اگر خلاف ہوئے تو پھر قابل قبول نہیں ہیں اور اگر خلاف نہ ہوئے تو درست اور صحیح ہونگے۔

خاتم النبیین کے غلط معنی

یہ آیت سورۂ احزاب میں ہے جس کے شروع میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے النبی اولیٰ بالمومنین من انفسھم و ازواجہ امھاتھم۔ اے مومنو نبی تمہارا خیرخواہ اور تمہارے لئے مہربان ہے۔ ایسا کہ تمہاری جان کو بھی زیادہ اسے تمہارا فکر ہے۔ واقعہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے ایسے ہی خیرخواہ ہیں جیسے کہ وہ خود اپنی جان کے نہیں ہیں۔ ہماری روحانی ترقی کے اسباب کون لایا اور ہمیں ہلاکت اور تباہی کے راستہ سے کس نے بچایا۔ آپ ہی نے تو آپ ہمارے لئے ہماری جانوں سے زیادہ خیرخواہ ہوئے۔ کیونکہ یہ باتیں ہم اپنے فائدے اور نفع کے لئے ہرگز حاصل نہ کرسکتے تھے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے جب اس رسول سے تمہارا ایسا تعلق ہوگیا تو تم اس کے رشتہ دار ہوگئے۔ اور وہ تمہارا رشتہ دار بن گیا اور رسول کی بیویاں تمہاری مائیں ہوئیں۔ آپ لوگ جانتے ہیں کہ اگر امہات المومنین رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں نہ ہوتیں تو ہمارا ان سے کوئی تعلق نہ تھا لیکن صرف رسول کریم کے نکاح میں آنے کی وجہ سے ہماری مائیں بن گئیں۔ یہاں یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ رسول کریم مومنوں کے باپ ہیں۔ مگر یہ نہیں کہا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مومنوں کا باپ ہے۔ . . . . بلکہ رسول کی بیویاں مومنوں کی مائیں ہیں کہا۔ بسبب آپ کے رسول اور نبی ہونے کے آپ کو مومنوں کا باپ قرار دیا گیا ہے اس کے بعد اسی سورۃ میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین کہ محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ یہاں ایک اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ پہلے تو کہا گیا ہے کہ رسول کی بیویاں تمہاری مائیں ہیں اور اس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنوں کا باپ کہا گیا ہے لیکن اب کہا جاتا ہے کہ وہ کسی کا باپ نہیں ہے تو پہلے چونکہ نبی ہونے کی وجہ سے باپ کہا گیا تھا اور اب اس سے انکار کیا جاتا ہے اس لئے معلوم ہوا کہ اب وہ نبی نہیں رہے۔ اس اعتراض کے جواب میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین لکن کا لفظ عربی میں اس لئے آیا کرتا ہے کہ پہلے حصہ پر جو اعتراض پڑتا ہو اس کو دور کرے۔ تو فرمایا کہ اس کہنے سے کہ یہ کسی مرد کا باپ نہیں ہے یہ نہ سمجھنا کہ وہ نبی اور رسول نہیں رہا۔ بلکہ وہ تو اللہ کا رسول اور خاتم النبیین ہے۔ رسول اللہ اور خاتم النبیین کے درمیان جو و . . . وہ عطف کی ہے۔ جس کا مطلب عربی میں اور اُردو میں بھی یہ ہوتا ہے کہ جو اس سے پہلے لفظ کے معنی اور مطلب ہوں وہی اس کے بعد کے لفظ کا ہو۔ تو یہاں خاتم النبیین کے ایسے معنی کرنے چاہئیں جو اسی طرح اس اعتراض کو دور کریں جس طرح رسول اللہ کا لفظ دور کرتا ہے۔ کیونکہ دونوں کے ایک ہی معنی اور ایک ہی مطلب ہونا ضروری ہے۔ مگر کیسی تعجب اور حیرانی کی بات ہے کہ ہمارے سامنے اس کے یہ معنی پیش کئے جاتے ہیں کہ نبیوں کو بند کرنے والا۔ لیکن یہ معنی کسی صورت میں بھی درست نہیں ہوسکتے کیونکہ اعتراض تو یہ پیدا ہوا تھا کہ چونکہ آنحضرت صلعم کے باپ ہونے کی نفی کی گئی ہے اس لئے وہ رسول اور نبی نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ اس سے پہلے ان کو رسول ہونے کی وجہ سے مومنوں کا باپ قرار دیا جاچکا ہے۔ مگر اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ اللہ کا رسول اور نبیوں کو بند کرنے والا ہے کیا یہ جواب ان کے اعتراض کو دور کرسکتا ہے۔ ہرگز نہیں لیکن چاہئے تو یہ کہ جس طرح رسول کا لفظ اس اعتراض کو دور کرتا ہے اسی طرح خاتم النبیین کا بھی دور کرے۔ دیکھئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول اللہ کہکر بتایا گیا ہے کہ یہ اللہ کا رسول ہے اور رسول مومنوں کا باپ ہوتا ہے۔ اس سے ان کا اعتراض دور ہو جاتا ہے۔ لیکن خاتم النبیین کے یہ معنی کرنے سے کہ یہ نبیوں کو بند کرنے والا ہے اس اعتراض کو دور نہیں کرتے۔ کیونکہ اس کا یہ مطلب نہیں ہوسکتا کہ نبیوں کے بند کرنیوالا مومنوں کا باپ ہوا کرتا ہے۔ پس جب خاتم النبیین کا لفظ اعتراض کو دور نہیں کرتا تو ثابت ہوگیا کہ اس کے جو معنی کئے جاتے ہیں وہ درست اور صحیح نہیں ہیں۔

خاتم النبیین کے صحیح معنی

اب سوال ہوتا ہے کہ پھر اس کے صحیح معنی کیا ہیں۔ جو یہاں چسپاں ہوتے ہیں معنی کرنے سے پہلے یہ بتا دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اصلی اور صحیح معنی وہی ہونگے کہ جو اسی اعتراض کو دور کریں گے جس کو رسول اللہ کے لفظ نے دور کیا ہے اور وہ معنی یہ ہیں کہ نبیوں کے خاتم۔ خاتم عربی لفظ ہے جس کے معنی انگوٹھی یعنی مہر کے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا کہ اس کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک خدا کے دربار میں اور دوسری انسانوں کے اعلیٰ طبقہ یعنی انبیاء میں۔ خدا کے حضور تو اس کا یہ درجہ ہے کہ رسول ہے اور نبیوں میں یہ ہے کہ مہر ہے۔ مگر اس انگوٹھی یا مہر تو کسی نہ کسی

دہات وغیرہ کی ہوتی ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسان تھے۔ اس لیے وہ انگوٹھی تو ہو نہیں سکتے۔ اس کو حل کرنے کے لیے جب ہم قرآن کریم کو دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ کو سورج کہا گیا ہے۔ لیکن اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ آپ وہی سورج تھے جو آسمان پر ہوتا ہے۔ بلکہ اس سے ایک خاص صفت کو بیان کیا گیا ہے جیسے کسی انسان کو شیر کہہ دیتے ہیں حالانکہ شیر تو ایک درندہ ہے۔ مگر اس سے اس کی بہادری مراد ہوتی ہے۔ تو اس طرح تشبیہ سے ایک خاص صفت کی طرف اشارہ ہوا کرتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سورج کہا گیا۔ تو اس لیے کہ جس طرح سورج تمام دنیا کو روشنی پہنچاتا ہے اسی طرح رسول کریم ساری دنیا کے لیے تھے۔ چنانچہ فرمایا انی رسول اللہ الیکم جمیعا۔ تو جب آپ کو مہر کہا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ مہر میں جو خصوصیت پائی جاتی ہے۔ وہ آپ میں پائی جاتی ہے۔ اب دیکھنا چاہیے کہ مہر کا کام کیا ہے۔ یہ کہ جہاں لگائی جائے۔ اس کی تصدیق کرے۔ کہ یہ فلاں کی طرف سے ہے۔ فلاں نے اس کو درست اور صحیح تسلیم کیا ہے۔ پس جب خاتم کے معنی حل ہو گئے تو پھر خاتم النبیین کے معنی صاف ہو گئے۔ اور وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدا کے حضور یہ حیثیت ہے کہ رسول ہے۔ اور نبیوں کے زمرہ میں یہ درجہ ہے کہ ان کی مہر ہے یعنی ان کی نبوت کی تصدیق کرتا ہے۔

کوئی نبی آنحضرت صلعم کی تصدیق کے بغیر نبی نہیں ثابت ہو سکتا

اب دیکھو کہ کوئی نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے بغیر نبی ثابت نہیں ہو سکتا۔ ہم آدم سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک بہت سے انسانوں کو بلا تکلف نبی مان رہے ہیں۔ لیکن اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قرآن نہ آیا ہوتا تو کیا ہم ان کو نبی کہہ سکتے تھے۔ ہرگز نہیں۔ کیا حضرت نوح ع حضرت موسیٰ ع حضرت عیسیٰ ع وغیرہ انبیاء کی طرف جو کتابیں منسوب کی جاتی ہیں۔ ان کو پڑھ کر ہم انھیں نبی مان سکتے ہیں۔ نہیں۔ بلکہ قرآن کریم کہتا ہے کہ وہ نبی ہیں اس لئے ہم انھیں نبی مانتے ہیں۔ پس صاف طور پر یہ ثابت ہو گیا کہ کوئی نبی نبی نہیں مانا جا سکتا۔ جب تک کہ آنحضرت صلعم اس کی تصدیق نہ کریں۔ پس خاتم النبیین کے یہ معنی ہوئے کہ کوئی نبی نہیں ثابت ہو سکتا۔ مگر وہی جس کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تصدیق کریں۔

اب دیکھئے یہ معنی اپنی جگہ چسپاں ہوتے ہیں یا نہیں۔ اعتراض یہ پڑتا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) باپ نہیں رہا۔ اس لئے اس کی نبوت باطل ہو گئی۔ فرمایا رسول اللہ۔ یہ تو اللہ کا رسول ہے۔ اس سے آپ کی رسالت کا اثبات کیا اور آگے فرمایا اور یہ تو خاتم النبیین ہے۔ یعنی اس کی رسالت کا یہ ثبوت ہے کہ کسی ایک نبی کی بھی رسالت کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ جب تک یہ نہ کہہ دے۔ کہ فلاں نبی ہے۔ یہ معنی کیسی عمدگی کیساتھ یہاں چسپاں ہوتے ہیں

غور کیجیے۔ کیا کوئی انسان کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلعم نے جس کو نبی نہیں کہا۔ میں اس کو نبی ماننے کیلئے تیار ہوں۔ ہرگز نہیں۔ دور جانے کی ضرورت نہیں۔ قریب ہی کے نبی حضرت عیسیٰ ہیں۔ کیا اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی نبوت کی تصدیق نہ کرتے تو وہ نبی مانے جا سکتے تھے؟ ہرگز نہیں۔

تو اس آیت میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کیسا اعلیٰ درجہ بیان فرمایا ہے۔

مخالفین پر حجت

ان معنوں کو جو لوگ تسلیم نہیں کرتے وہ دو قسم کے ہیں۔ ایک تو وہ جو کہتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب اپنے دعاوی میں راستباز نہیں۔ اور دوسرے وہ جو آپ کو مجدد تو مانتے ہیں مگر اس آیت کے معنی وہی کرتے ہیں جو حضرت مرزا صاحب کو جھوٹا کہنے والے کرتے ہیں۔ اس لئے میں ان معنوں کی تصدیق میں دو قول پیش کرونگا۔ ایک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اور دوسرا حضرت مرزا صاحب کا تاکہ جو لوگ حضرت مرزا صاحب کو سچا ماننے والے ہیں۔ ان پر آپ کا قول حجت ہو۔ اور جو نہیں مانتے ان کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں۔ ان پر آنحضرت کا قول حجت ہو۔

خاتم النبیین کے معنی آنحضرت نے کیا سمجھے

دیکھیے اگر اس آیت کے یہ معنی کئے جائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبی آنے بند ہو گئے ہیں۔ تو یہ ضروری اور لازمی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا علم ہو۔ لیکن احادیث سے ثابت ہے کہ آپ یہ نہ سمجھتے تھے کہ میں نبوت کے دروازہ کو قفل لگانے آیا ہوں سنہ ۵ ہجری میں یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ اور بقول ان لوگوں کے جو کہتے ہیں کہ آنحضرت کے بعد نبی آنے بند ہو گئے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا گیا کہ تم نبیوں کو بند کرنے والے ہو۔ اب چاہیئے تھا کہ آپ اس کے بعد کوئی ایسا اشارہ یا لفظ نہ فرماتے جس سے یہ نکلتا کہ آپ کے بعد بھی کوئی نبی ہو سکتا ہے۔ لیکن ثابت اس کے برخلاف ہوتا ہے۔ چنانچہ حضرت ماریہ قبطیہ کے بطن سے جو آنحضرت کے ہاں لڑکا پیدا ہوا جس کا نام ابراہیم رکھا گیا۔ ستر دن کے بعد فوت ہو گیا۔ تو آپ نے اس کا جنازہ پڑھا اور فرمایا لو عاش ابراھیم لکان صدیقا نبیا کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ لیکن اگر آپ سمجھتے کہ میرے بعد نبی ہونا بند ہو گئے ہیں تو پھر یہ کبھی نہ کہتے۔ بلکہ یوں فرماتے کہ باوجود اس کے کہ ابراہیم معصوم تھا۔ اور میرا لخت جگر تھا اور اس کی بڑی شان تھی۔ لیکن اگر زندہ رہتا تو بھی نبی نہ ہوتا۔ کیونکہ اب کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ مگر آپ فرماتے ہیں کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ اگر نبی ہونا بند ہو گیا تھا تو کیا نعوذ باللہ آپ نے جھوٹ کہا۔ مگر نہیں آپ کی شان اس سے بہت اعلیٰ و ارفع ہے۔ آپ نے بالکل سچ کہا۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابراہیم کے متعلق در صورت زندگی امکان نبوت بتا کر ثابت کر دیا کہ نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔

لفظ لو کی بحث

اس حدیث کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہاں لو کا لفظ ہے اور یہ ناممکن بات کے لیے آیا کرتا ہے۔ مگر یہ کہنا عربی زبان سے محض ناواقف ہونے کی وجہ سے ہے۔ کیونکہ عربی میں لو پہلے جملہ کے ناممکن ہونے کے لیے آیا کرتا ہے جیسے خدا تعالیٰ فرماتا ہے لو کان فیھما الھۃ الا اللہ لفسدتا کہ اگر دو خدا ہوتے اللہ کے سوا تو ضرور فساد ہو جاتا۔ اب یہ ناممکن ہے کہ ایک سے زیادہ خدا ہوں۔ ہاں یہ ممکن ہی نہیں بلکہ ضروری ہے کہ دو خداؤں کے ہونے کی صورت میں فساد ہو جائے۔ اسی طرح اس حدیث

میں پہلا جملہ یہ ہے اگر "ابراہیم زندہ رہتا" یہ ناممکن ہے کیونکہ وہ وفات پا چکا تھا۔ اور دوسرا جملہ یہ ہے "تو ضرور نبی ہوتا" یہ ممکن ہے اور ضرور وہ نبی ہوتا۔ اگر زندہ رہتا تو ہمارا استدلال پہلے جملہ سے نہیں بلکہ دوسرے سے ہے اور دوسرا ناممکن نہیں بلکہ واجب ہے۔

پس اس سے معلوم ہوگیا کہ ابراہیم کے نبی ہونے میں اس کی موت روک ہوگئی۔ نہ کہ آیت خاتم النبیین اس کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک سکول ہے۔ اس میں تعلیم پانیوالا لڑکا بیمار ہوگیا۔ اس کے بیمار ہونے کی حالت میں گورنمنٹ اس سکول کو بند کر دیتی ہے۔ اور وہ لڑکا مر جاتا ہے۔ کیا ایسی حالت میں کوئی کہہ سکتا ہے کہ اگر فلاں لڑکا زندہ رہتا تو اس سکول میں پڑھتا۔ ہرگز نہیں کیونکہ جب سکول ہی بند ہوگیا تو وہ کہاں پڑھ سکتا تھا۔ اسی طرح اگر آیت خاتم النبیین نبی بننے میں ایسی روک تھی جو کبھی ہٹ نہیں سکتی تھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا کہ اگر ابراہیم زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ فرض کرو کہ اگر ابراہیم زندہ ہی رہتا۔ تو پھر کیا بنتا۔ کیا وہ نبی نہ ہوتا تو نعوذ باللہ رسول کریم صلعم نے جھوٹ کہا۔ لیکن یہ بات ہی غلط ہے کہ آیت خاتم النبیین کسی کے نبی بننے میں روک ہے۔

پس وہ لوگ جو سلسلہ احمدیہ میں داخل نہیں ہیں ان پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ قول حجت ہے انہیں غور کرنا چاہئے اور دیکھنا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کے متعلق کیسا صاف فیصلہ فرما دیا ہے۔

خاتم النبیین کے معنی حضرت مرزا صاحب کے نزدیک

باقی رہے وہ لوگ جو حضرت مرزا صاحب کو راستباز تو مانتے ہیں لیکن اس آیت کے وہی معنی کرتے ہیں جو آپ کو جھوٹا کہنے والے کرتے ہیں ان کے سامنے میں حضرت مرزا صاحب کا یہ حوالہ رکھتا ہوں آپ خطبہ الہامیہ کے صفحہ ۳۵ پر تحریر فرماتے ہیں:-

"وانا خاتم الاولیاء لا ولی بعدی الا الذی ھو منی وعلی عھدی (خطبہ الہامیہ ص۳۵) میں خاتم الاولیاء ہوں میرے بعد کوئی ولی نہیں۔ مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا"

اس سے حل ہو جاتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کن معنوں میں سمجھتے تھے انہیں معنوں میں جن میں آپ اپنے آپ کو خاتم الاولیاء کہتے تھے اور وہ اس طرح کہ میرے بعد کوئی ولی نہیں ہوگا مگر وہی جو میری جماعت سے ہوگا۔ اس کے مطابق خاتم النبیین کے یہ معنی ہوئے کہ کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور غلامی کے ذریعہ

خاتم کے معنی لغت سے

اب ایک سوال رہ جاتا ہے اور وہ یہ کہ خاتم کے جو معنی کئے گئے ہیں ان کی لغت بھی تصدیق کرتی ہے یا نہیں مجمع البحار لغت کی ایک کتاب ہے۔ اس میں یہ حدیث لکھ کر کہ اوتیت جوامع الکلم وخواتمہ لغت والا لکھتا ہے کہ ای حجۃ علی سائرھا ومصدق لھا۔ یعنی اس حدیث میں جو رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ میرا کلام خواتم ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ تمام پر حجت اور ان کی تصدیق کرنے والا ہے۔

اس سے معلوم ہوگیا کہ خاتم تصدیق کرنے والے کو بھی کہتے ہیں۔

کیا یہ حدیث ضعیف ہے

حدیث جو میں نے لو عاش والی پیش کی ہے۔ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ ضعیف ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ملا علی قاری نے احادیث کے متعلق موضوعات نام ایک کتاب لکھی ہے اس میں وہ لکھتا ہے کہ بعض کا خیال ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ مگر یہ تین طریقوں سے ثابت ہے کہ صحیح ہے چنانچہ اس کے متعلق اس نے خاص تذکرہ کیا ہے اور خوب بحث کر کے ثابت کیا ہے کہ ضعیف نہیں ہے

نبوت کا دروازہ کھلا ہونے پر دوسرا اعتراض

دوسری دلیل جو کسی نبی کے نہ آنے کے متعلق پیش کی جاتی ہے یہ ہے کہ چونکہ شریعت مکمل ہو چکی ہے اس لئے اب کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کہتا ہے کہ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا اب اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ہر ایک نبی آتا ہی اسی لئے ہے کہ شریعت لائے تو ہم اس دلیل کو ماننے کے لئے تیار ہیں۔ مگر قرآن کریم کی کسی آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ہر ایک نبی کے لئے شریعت کا لانا ضروری ہے۔ بلکہ برخلاف اس کے یہ پایا جاتا ہے کہ کئی نبی ایسے آئے جو کوئی شریعت نہ لائے۔ اور پہلی شریعت ہی کی پیروی کرتے رہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے انا انزلنا التوراۃ فیھا ھدی ونور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا للذین ھادوا کہ ہم نے توراۃ کو اتارا جس میں ہدایت و نور تھا۔ اس کے ساتھ نبی فیصلہ کیا کرتے تھے۔ یہ تو صاف بات ہے کہ توریت حضرت موسیٰ پر نازل ہوئی مگر کہا گیا ہے کہ دوسرے نبی بھی اس کے مطابق فیصلہ کیا کرتے تھے۔ گویا وہ خود کوئی شریعت نہ لائے تھے۔ پھر دیکھئے توریت کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے تماما علی الذی احسن وتفصیلا لکل شیء جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے وقت کے لئے وہ بھی مکمل تھی۔ پس اگر قرآن کے مکمل ہونے کی وجہ سے کسی نبی کے آنے کی ضرورت نہیں ہے تو پھر توریت کے وقت بھی کوئی نبی نہیں آنا چاہئے تھا۔ مگر حدیث میں آتا ہے کانت بنوا اسرائیل تسوسھم الانبیا کلما ھلک نبی خلفہ نبی کہ جب ایک نبی فوت ہو جاتا تو دوسرا کھڑا ہو جاتا۔ پس اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ قرآن کریم چونکہ مکمل کتاب ہے۔ اس لئے اب کوئی نبی نہیں آ سکتا۔

حضرت مسیح موعود کا فیصلہ

اب میں حضرت مرزا صاحب کا ایک حوالہ پیش کرتا ہوں۔ آپ شہادت القرآن ص۴۴ ایڈیشن دوم پر فرماتے ہیں کہ "حضرت موسیٰ سے حضرت مسیح تک ہزارہا نبی اور محدث ان میں پیدا ہوئے کہ جو خادموں کی طرح کمربستہ ہوکر توریت کی خدمت میں مصروف رہے۔ چنانچہ ان تمام بیانات پر قرآن شاہد ہے اور بائیبل شہادت دے رہی ہے۔ اور وہ نبی کوئی نئی کتاب نہیں لاتے تھے۔ کوئی نیا دین نہیں سکھاتے تھے۔"

پس ان حوالوں سے معلوم ہوگیا کہ آیت اکملت لکم دینکم کسی نبی کے آنے میں مانع نہیں ہے۔

کیا احادیث سے نبوت کا دروازہ بند ہونا ثابت ہوتا ہے

یہ تو میں نے قرآن کریم کے متعلق بیان کیا اب ان احادیث کو لیتا ہوں جن کو نبوت کے بند ہونے کے متعلق پیش کیا جاتا ہے سب سے مضبوط اور زبردست دلیل اس حدیث کی دی جاتی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو فرمایا تھا انت منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ الا انہ لا نبی بعدی کہ تو میرے نزدیک ایسا ہی ہے جیسا کہ موسیٰ کے نزدیک ہارون۔ مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔

اس کے متعلق ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ اس کا **شان نزول** کیا ہے۔ اور کس موقع پر فرمائی گئی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی زندگی کے آخری ایام میں جب تیس ہزار لشکر لیکر **جنگ تبوک** کو گئے تو اپنے بعد **حضرت علیؓ** کو خلیفہ مقرر کر گئے۔ جب آپ ایک منزل دور چلے گئے تو منافقوں نے حضرت علی کو کہا کہ آپ کو عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر ثواب سے محروم کر دیا گیا اس پر آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور جا کر عرض کی کہ مجھے کیوں عورتوں اور بچوں میں چھوڑ گیا ہے اور کیوں ثواب حاصل کرنے کا موقعہ نہیں دیا گیا۔ اس کے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث بیان فرمائی جس کا مطلب یہ تھا کہ جس طرح موسیٰؑ جب طور پر گئے تھے تو اپنے پیچھے ہارون کو چھوڑ گئے تھے۔ اسی طرح میں جاتا ہوں اور تمھیں پیچھے چھوڑتا ہوں۔ لیکن چونکہ حضرت ہارونؑ نبی بھی تھے اور اسی حالت میں حضرت موسیٰ کے خلیفہ ہوئے تھے۔ اور حضرت علی صرف خلیفہ تھے نبی نہیں تھے اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (الا انہ لا نبی بعدی) کہ تم میرے جانے کے بعد صرف خلیفہ ہی کی حیثیت سے ہو گے۔ نہ کہ نبی کی حیثیت سے بھی۔ پس اس سے ثابت ہو گیا کہ اس حدیث میں صرف حضرت علی کے نبی ہونے کی **نفی** کی گئی ہے نہ کہ مطلق نبوت کی۔ کیونکہ اس وقت حضرت علیؓ ہی کے نبی ہونے کا شبہ پڑ سکتا تھا کیونکہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ہارون کی حیثیت دی تھی

دوسرا جواب یہ ہے کہ بعدی کے معنی غیر حاضری کے بھی ہیں یعنی حضرت علیؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری **غیر حاضری** میں کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ یعنی اے علی جو میں اپنی غیر حاضری میں خلیفہ بنا رہا ہوں۔ اور اس وجہ سے ہارون کی حیثیت دے رہا ہوں تو اس میں ایک فرق ہے۔ اور وہ یہ کہ ہارون تو موسیٰ کی غیر حاضری میں نبی کی حیثیت بھی رکھتا تھا لیکن میری غیر حاضری میں کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔

بعد کے معنی غیر حاضری کی تصدیق قرآن کریم سے ہی ہو جاتی ہے چنانچہ آتا ہے کہ ولقد فتنا قومک من بعدک واضلھم السامری۔ حضرت موسیٰ کو کہا گیا ہے کہ آپ کی غیر حاضری میں آپکی قوم کو سامری نے فتنہ میں ڈال دیا اور گمراہ کر دیا تو یہاں بعد کے معنی غیر حاضری کے ہیں۔

خاتمہ | میرا مضمون تو ابھی بہت سا باقی ہے۔ لیکن چونکہ میرے بعد ایک نہایت ضروری مضمون پر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی تقریر فرماویں گے۔ اس لئے میں یہیں اپنے لیکچر کو ختم کرتا ہوں۔

مولوی محمد علی صاحب کا فرار

بالمقابل تفسیر نویسی اور مباہلہ سے انکار

(از جناب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل)

شملہ کی بلند و بالا چوٹیوں سے ایک آواز حق و باطل میں امتیاز کرنے والی آواز۔ مومن و فاسق کے درمیان فرقان بنانے والی آواز بلند ہوئی جس سے ایک عالم گونج اٹھا محمد علی کے قصر خود پسندی میں بھی تزلزل واقع ہوا۔ کیونکہ اس کی بنیاد جرف ہار پر ہے۔ وہ گھبرا کر باہر نکلا اور بے اختیار بدحواس ہو کر چیخنے لگا میں تو تفسیر نہیں لکھوں گا۔ میں تو مباہلہ نہیں کرونگا۔ کیونکہ اسے اپنی ہزیمت۔ اپنی شکست۔ اپنی ذلت اپنی موت اپنی روز کور آنکھوں کے سامنے کھڑی نظر آئی فالحمد للہ رب العالمین ؎

چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را
کہ ناید کس بمیدان مقابل

خدا کا مسیح خدا کا برگزیدہ نذیر دنیا میں آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا۔ بلکہ نادانی سے مقابلہ کی ٹھانی جب دلائل سے فیصلہ نہ ہوا تو اس نے اپنے مخالفوں کو پکارا۔ دشمنوں کو للکارا کہ آؤ اگر تم میں کچھ ہمت ہے تو میرے مقابل پر قرآن مجید کی تفسیر لکھو تا دنیا دیکھ لے کہ اس زمانہ میں ایمان کو ثریا سے لانیوالا کون ہے۔ اور اگر تم یہ نہیں کر سکتے تو آؤ مجھ سے مباہلہ کر لو۔ اور پھر دیکھو کہ کس پر ذلت و خذلان کی موت وارد ہوتی ہے۔ بہت تھے مگر کوئی میدان میں نہ نکلا۔ اب اس کے حقیقی جانشین اور کمالات کے وارث نے بھی اپنے مخالفوں اپنے دشمنوں سے کہا کہ آؤ میرے مقابل پر تفسیر لکھو تو تا دنیا دیکھ لے کہ **اعلم بالقرآن** ہو کر **احق بالامامت** کون ہے آؤ اے میرے مکفرو! مجھ سے مباہلہ کر لو تا ظاہر ہو کہ خدا کس کی زندگی چاہتا ہے۔ کسی کو ہمت نہ پڑی کہ مقابلہ پر آئے ؎

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

جواب میں باتیں وہ کہی جاتی ہیں جو ابلیس نے آدم سے کہیں۔ یا حق کے دشمن نبیوں اور رسولوں سے کہتے آئے ہیں۔ یا جو مسیح موعود کے مخالفوں نے اس مقدس کے برخلاف بکا

مولوی محمد علی صاحب نے لکھا ہے کہ یہ خوا نخواہ کیوں ہو کہ جب تک محمد علی بالمقابل نہ بیٹھا ہو اس وقت تک یہ تفسیر ظاہر نہیں ہو سکتی۔ اس کے جواب میں واضح ہو کہ ؎

تا نباشد در مقابل روئے مکروہ و سیاہ
کس چہ داند تا جمال شاہد گلفام را

سیدنا محمد رسول اللہ جامع جمیع کمالات انسانیت و نبوت تھے۔ مگر آپ کے اکثر صفات حسنہ ابوجہل کے مقابل پر آنے سے ہی ظاہر ہوئے۔ مسیح موعود نے بے نظیر عربی اردو کتابیں لکھیں۔ اگر مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری مقابل پر نہ آتے تو اعجاز احمدی کا بے نظیر قصیدہ ہم یقیناً نہ دیکھتے۔ پیر مہر شاہ صاحب گولڑوی برسر پرخاش نہ ہوتے تو اعجاز المسیح کی ایسی بے مثل تفسیر کون دیکھتا۔ تفسیر تو حضرت اولوالعزم روز کرتے رہتے ہیں اور ہم سنتے ہیں مگر آپ کے بالمقابل بیٹھنے سے چاند اپنی پوری روشنی دیگا۔ اور خدا تعالیٰ کی وہ خاص تائید و نصرت ظاہر ہو گی جو دشمن کے مقابلہ پر ہی نازل ہوا کرتی ہے۔ جادوگر اپنے عصی و حبال نہ پھینکتے تو موسیٰ کے عصا کو بھی اژدہا بن کر پھنکارنے کی ضرورت نہ تھی کیونکہ اپنی جماعت میں تو عصا اپنی اسی سیرت ادنیٰ ہی میں کام دے رہا تھا۔ اب سمجھے؟

پھر لکھا ہے کہ جو ایک مامور کے امتیازات خصوصی تھے ان سب کو ایک ایک کر کے میاں صاحب اپنی طرف منسوب کر چکے ہیں۔ اگر ایک غیر مامور اس طرح تحدیاں کر سکتا ہے تو پھر تحدیاں مامور کی ماموریت کا ثبوت نہ رہینگی۔

لاحول ولاقوۃ - حضرت مسیح موعود کی صحبت میں اتنی دیر رہے اور پھر عقل کیسی ماری گئی - کیا ان کی کتابیں اتنی جلدی بھول گئے - یا سرے سے پڑھی ہی نہیں - دیکھو آپ فرمایا کرتے تھے اور کتابوں میں بھی لکھا ہے کہ خلیفہ اپنے متبوع کے کمالات کا وارث ہوتا ہے - اور یہی اس کے خلیفۂ صادق ہونے کا نشان ہے - پس جو کچھ مسیح موعود نے تحدی کی ضرور ہے کہ حسن و احسان میں اس کا نظیر اس کا خلیفہ صادق و پسر موعود بھی اس کے ظل حمایت میں وہی تحدیاں دوہرائے - تا دنیا جان لے کہ فیوضات ربانی کا سلسلہ بند نہیں ہو گیا - زندہ خدا احمدی جماعت کا بدستور حامی و ناصر ہے - ہاں مسیح موعود کی اطاعت سے منحرف ہو کر اس سے علیحدگی اختیار کر کے کوئی کچھ نہیں کر سکتا - اس میں ذرا بھی وہ برکات نہیں رہینگی - جیسا کہ اب تم میں نہیں ہیں - نہ تم قبولیت دعا کے قائل رہے - بلکہ اس پر تمسخر و استہزاء کرتے ہو - نہ یجعل لکم فرقانا پر تمہارا ایمان رہا - کہ تم تقویٰ چھوڑ کر فسق اختیار کر بیٹھے - ورنہ وہی خدا اب بھی ہے جو میرے آقا - میرے سید و مولیٰ میرے ہادی مرزاؑ کے وقت میں تھا دیکھو جب مسیح موعودؑ نے اپنی کتاب کے بارے میں اعلان کیا کہ کوئی اس کی مثل لانے پر قادر نہیں تو نادانوں نے اعتراض کیا کہ یہ شخص (مسیح مجتبیٰ) محمدؐ رسول اللہ کی ہتک کرتا ہے - اور قرآن مجید کے معجزے کو باطل کرنا چاہتا ہے - جب ایک اور کتاب بھی ایسی ہے کہ جس کی نظیر لانے سے دنیا عاجز ہے تو پھر قرآن مجید کا کیا امتیاز رہ گیا - اس کا جواب (یاد کرو اے پیغام والو!) کیا دیا گیا تھا؟ یہی کہ یہ معجزہ قرآن مجید کے اتباع میں اسی کی تائید کے لئے بطور ظل ہے - اگر یہ جواب ہمارا اس وقت کافی تھا اور یقیناً ہے - تو اب بھی ہمارا یہی جواب ہے کہ ہر تحدی جو خدا کا پیارا مسیح موعود کا پسر موعود کرتا ہے وہ مسیح موعود کے جلال کے اظہار کے لئے ہے - اور اسی مقدس نبی کے اتباع کی طفیل - پس وہ کوئی الگ وجود نہیں جو حضور مسیح موعود کی رسالت و ماموریت پر زد پڑے -

پھر لکھا ہے کہ میں آٹھ سال سے تفسیر لکھ رہا ہوں وہ عنقریب تمہارے سامنے آئیگی - افسوس ہے کہ وہی بات دوہراتے ہو جو ہم پادریوں اور آریوں سے سنتے آئے ہیں کہ شیکسپیر کا کوئی جواب نہیں - سعدی نے بھی گلستاں لکھی ہے - بندہ خدا ہوش کرو - یہ کیا کہہ رہے ہو - تمہاری تفسیر کو ہم کیا کریں - ڈاکٹر عبدالحکیم خاں نے بھی ایک تفسیر لکھی ہے اور وہ ہمارے اور تمہارے سامنے آ بھی چکی ہے - تم اپنا دعویٰ دکھاؤ اگر اس میں لکھا ہے کہ ع اس کی کوئی مثل نہیں لا سکتا تو بیشک یہ امر غور طلب ہوگا - ورنہ فضول بلکہ تفسیر لکھ چکنے کے بعد تو مقابلہ تمہارے لئے آسان ہو گیا ہے - کیونکہ تمھیں ایسے شخص کے مقابل میں لکھنا ہے جو بقول تمہارے ابھی بچہ ہے - اور دوبارے بھی اپنی جماعت کے علماء کی مدد کے باوجود تفسیر نہیں لکھ سکا - جب وہ ایسی کم قابلیت کا انسان ہے تو پھر اس کا نام کر تمھیں بخار کیوں آنے لگا - اگر خود جرأت نہیں تو جیسا کہ حضور نے اعلان کیا ہے سید محمد احسن صاحب کی فتح و شکست اپنی فتح و شکست کیوں نہیں ٹھہراتے - آخر یہ تامل کیوں ہے؟ جبکہ بار بار ہمیں سناتے ہو کہ اس کا ساختہ پرداختہ حضرت مسیح موعود اپنا ساختہ پرداختہ تسلیم فرمایا کرتے تھے مگر ایسا تم کیوں کرنے لگے - خوب جانتے ہو کہ وہ لکیلا یعلم بعد علم شیئًا کا مصداق ہے - بھلا اس سے زیادہ مخبوط الحواسی کا ثبوت کیا ہو سکتا ہے کہ وہ تفسیر میں شرط لگاتا ہے کہ مشہور معنی ہی کرنے ہونگے اور لغت کی ایک ہی کتاب سے حوالہ دینا ہوگا - شکر ہے یہ نہیں کہدیا کہ ترجمہ صرف شاہ رفیع الدین والا ہی حرف بحرف نقل کرنا ہوگا - یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ فریقین میں سے کوئی معنی آیات قرآنی یا صحیح حدیث کے خلاف نہ کرے یا کسی لفظ کے وہ معنی نہ بتائے جس کی سند عرب کی زبان سے نہ مل سکے - یا جو مسلمہ زبان عرب کے خلاف ہو - مگر یہ شرط آج ہی سنی کہ وہی معنی لکھو جو فلاں کتاب میں لکھے ہیں - سچ ہے کہ نادان دوست سے دانا دشمن بہتر ہے - مولوی ثناء اللہ امرتسری نے خوب جواب دیا کہ نہایہ ابن کثیر ہی سے حوالہ دینا ہوگا - اور ان دو حدیثوں کے معنی کر دو - اب تو سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ یہ شرائط معقول تھے یا غیر معقول - خیر شرائط تو پھر دیکھے جائیں گے - مولوی محمد علی صاحب کے ذاتی بندی دکھا کہ اس کے رفقاء بڑے ہی ہمت والے ہیں جو لوگوں کو منہ دکھاتے ہیں -

یہ تو ہوئی تفسیر کے متعلق - مباہلہ کے بارے میں صرف یہ لکھدیا کہ ظہیر الدین سے کیوں مباہلہ نہیں کرتے یہ بھی خوب کہی - فیصلہ تو آپ سے اور آپ کے رفقاء سے کرنا ہے اور مباہلہ کہا جائے ظہیر سے - اچھا تم اعلان کر دو کہ میرے وہی عقائد ہیں جو ظہیر کے ہیں یا ظہیر کی ہار جیت میری (محمد علی) کی ہار جیت ہوگی - پھر اس سے بھی مباہلہ کر لیا جائیگا - ظہیر کا ہمارے ساتھ الگ معاملہ ہے - وہ بھی اپنے وقت پر دیکھا جائیگا - فی الحال تم اپنا فیصلہ کرو - مگر یہ کام تو ان لوگوں کا ہے جو اپنے دین کے لئے غیر تمند ہوں - جنہیں اپنی صداقت پر یقین ہو اپنے خدا پر بھروسہ ہو - ایبٹ آباد میں رہنے کا ایک یہ تو فائدہ ہوا کہ محمد یسین کو مجنون مان کر خلیفہ اول کے قول کی تصدیق کر دی - اس لئے اب اسے مباہلہ کے لئے پیش نہیں کیا البتہ ظہیر کی پناہ لی ہے - اور ایسی دوسری باتیں ایک غور کرنے والے کے لئے کافی ہیں -

---

(بقیہ صفحہ ۲) بعد نماز حضرت نے چند نو مبائعین کی بیعت لی چونکہ پروگرام میں یہ امر بھی تھا کہ سنور میں انجمن ہائے ریاست پٹیالہ کی کانفرنس ہوگی جس میں حضرت بعد مشورہ ٹھہرایا گیا کہ انجمن ضلع ریاست پٹیالہ میں ہو یا سنور لہذا بیعت لینے کے بعد حضرت نے کانفرنس کا حکم دیا اور ایک مختصر سی تقریر کے بعد مشورہ لیا گیا جس کی بنا پر انشاء اللہ مقام اجلاس کا تصفیہ کا حضرت قادیان سے فیصلہ کر کے حکم بھجوائیں گے - کانفرنس کے بعد احمدی احباب نے فرداً فرداً درخواست کی کہ ان کے گھر دن میں تشریف لیجا کر ان کے لئے دعا کریں - چنانچہ حضور نے خدام کی دلداری کر کے ان تمام درخواستوں کو منظور فرمایا - اور سنور سے واپس ہو کر ۵ بجے پٹیالہ کی آراستہ و مزین شاندار جلسہ گاہ میں تشریف لا کر تقریر شروع فرمائی جو انشاء اللہ علیحدہ شائع ہوگی - کامل ڈیڑھ گھنٹہ تک اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور صداقت اسلام پر تقریر فرمائی حاضرین ... سے زائد تھے - اور حاضرین میں بڑی تعداد تعلیمیافتہ معززین کی تھی - بعد تقریر لالہ سلون رام بی - اے - پلیڈر نے درخواست فرمائی کہ حضور پٹیالہ میں ٹھہر کر وہاں کے لوگوں کو زیادہ فائدہ اٹھانے کا موقعہ دیں - حضرت نے فرمایا کہ زیادہ ضروری امور مرکز سلسلہ میں جلد پہنچنے پر مجبور کر

رہے ہیں۔ اس لئے افسوس ہے کہ اس وقت زیادہ نہیں ٹھہر سکتا۔

بعد تقریر مغرب و عشاء کی نمازیں ہوئیں۔ نماز میں لمبی لمبی صفیں سالانہ جلسہ کا نمونہ تھیں۔ کیونکہ غیر احمدی حاضرین نے بھی نہیں ہمارے ساتھ ہی نماز پڑھی۔ بعد نماز حضرت کے خیر مقدم پر ایک نظم پٹیالہ کے ایک دوست نے خوش الحانی سے پڑھی۔

اس کے بعد حضرت کوٹھی میں جو حضور کے قیام کے لئے تجویز کی گئی تھی تشریف لے گئے۔ بالاخانہ پر برآمدہ میں بیٹھ کر نو سات مرد و عورتوں کی بیعت لی۔ بیعت سے فارغ ہو کر جماعت پٹیالہ کی پرتکلف دعوت کھائی۔ اور موٹر پر مقدس سوار پر ناز کرتی ہوئی ۵ بجے اسٹیشن پٹیالہ پر پہنچی اس سفر میں حضرت کے ہمرکاب خان ذوالفقار علی خاں صاحب اور میر قاسم علی صاحب بھی تھے۔ اسٹیشن پٹیالہ سے ریل گاڑی کے ذریعہ واپس راجپورہ تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ آج کا لمبا پروگرام محض اللہ کے فضل سے ہی پورا ہوا۔ الحمد للہ

ہردوار پسنجر آج بھی اشنان کرکے حاضر ہونے کی خاطر دیر سے آئی۔ اور اصل وقت سے ۴۰ منٹ بعد ۱۱ بجے راجپورہ سے روانہ ہوئی۔

۱۰ اکتوبر۔ ریلوے اسٹیشن پر رات کے ۲ بجے جماعت لدھیانہ حاضر ہوئی اور خدام خلافت کی دو وجہ سے تواضع کی جماعت جنگ کے دو دوست لدھیانہ پہنچے ہوئے تھے وہاں سے پھگواڑہ تک ساتھ آئے۔ صبح جماعت امرتسر اسٹیشن امرتسر پر حاضر ہوئی اور کچھ ناشتہ پیش کیا۔ ناشتہ کے بعد ۹ بجکر ۴۰ منٹ پر سواری حضرت مع خدام بٹالہ آئے اور بابو فضل احمد صاحب کلرک بنوں ساکن بٹالہ کی دعوت جس کی صاحب موصوف نے شملہ ہی میں منظوری لی تھی۔ کو شرف قبولیت بخشا۔ ۴ بجے نماز عصر سے فارغ ہو کر حضرت دارالامان کی طرف روانہ ہوئے اور حضرت کا تانگہ مع خدام کے یکوں کی قطار کے دارالامان کے مشتاقان دیدار خدام کے احاطہ میں ۶ بجے شام قادیان مرکز علیہم السلام میں پہنچا۔ ۔۔ آمدنت باعث آبادی ما۔

جماعت مہاجرین و انصار کی خوشی کا عالم نہ پوچھئے آج ان کے گھروں میں عید ہے۔ الحمد للہ۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ زبیر

سکھوں سے مباحثہ

قصور میں سکھوں نے احمدیوں کو مجبور کیا کہ اپنے مناظروں کو بلاؤ۔ ہم جلسہ کریں گے اور وقت دیں گے احمدیوں نے حضرت امام کے حضور خط لکھا جناب شیخ محمد یوسف صاحب ایڈیٹر نور کے نام ۵ اکتوبر کو تار آیا۔ آپ قصور پہنچے۔ ۷ اکتوبر کو سکھوں کا جلسہ تھا۔ ان سے وقت طلب کیا۔ انھوں نے صاف انکار کر دیا۔ اس لئے احمدیوں نے اپنا جلسہ کیا اور سکھوں کو دعوت کی کہ جس قدر وقت چاہو ہم تبادلہ خیالات کے لئے دینے کو تیار ہیں مگر کوئی مقابلہ پر نہ آیا۔

سکھ صاحبان کے وقت دینے کے انکار نے سکھوں کی دو پارٹیاں کر دیں۔ ایک پارٹی کے لوگ دوسروں کو کہتے ہیں کہ تمہارا احمدیوں کو وقت نہ دینا اور ان کا تمہیں مقابلہ پر بلانا ظاہر کر رہا ہے کہ احمدیوں کے خیال کی گرنتھ صاحب وغیرہ کتب تائید میں ہیں۔ یہ باتیں غالباً کسی بڑے مباحثہ کا پیش خیمہ ہوں۔

دعائے صحت

شیخ غلام فرید صاحب متعلم بی اے کلاس۔ اسلامیہ کالج لاہور بیمار ہیں۔ ان کے بن ران میں پھوڑا ہے احباب ان کی صحت کے لئے دعا فرمائیں۔

قبول اسلام

ایک صاحب جن کا اسم گرامی مسٹر ولیم بل ہے اور پہلے بحری خدمات پر تھے حضرت مفتی محمد صادق صاحب کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے۔ اسلامی نام ولید رکھا گیا اور ایک لیڈی نے جن کا نام مسز نیلی رالف ہے عاجز راقم کی تبلیغ کے بعد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تحریری تصدیق کی۔ فالحمد للہ۔ ۲۹ اگست ۱۹۱۷ء

قاضی عبد اللہ۔ بی۔ اے۔

مسٹر ڈبلیو اے میکڈانلڈ جو مطبع کرسچن پریس کے مالک اور کتب دی ورلڈ اولڈ ہسٹری آف انڈیا نیو آرڈر وغیرہ کے مشہور مصنف ہیں۔ ایک روز اتفاقاً حضرت مفتی صاحب کو راستہ میں ملے۔ تبادلہ خیالات شروع ہوا سلسلہ خط و کتابت و ملاقات جاری رہا۔ اب انھوں نے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا زبانی اور تحریری اقرار کیا

ہنگامۂ یورپ

آسٹریا ناکارہ آدمیوں کو طلب کر رہا ہے۔ لندن ۸ اکتوبر۔ زورچ آسٹرین وہنگرین فوجی حکام ناکارہ لینڈسٹرم سپاہیوں کو طلب کر رہے ہیں۔

مشرقی افریقہ میں پیشقدمی ۸ اکتوبر مشرقی افریقہ کا ایک سرکاری اعلان مظہر ہے کہ ہم دشمن کا تعاقب کر رہے ہیں جو تاہنگو کی طرف پسپا ہو رہا ہے۔ بلجین اور برٹش سپاہ دشمن کے دستوں کو ماہنجی کی سمت میں دبا رہی ہے۔

قیصر اور شاہ بلغاریہ کی ملاقات لندن ۷ اکتوبر۔ میونک کے ایک تار میں مرقوم ہے کہ قیصر جرمنی صوفیہ دارالحکومت بلغاریہ گئے ہیں۔ جہاں وہ شاہ فرڈیننڈ والی بلغاریہ سے ملاقات کریں گے۔

نئی روسی وزارت لندن ۸ اکتوبر کیف سکرٹریٹ جنرل یوکرین کی خود مختار گورنمنٹ نے اعلان کیا ہے کہ اس نے اپنا نظام مکمل کر لیا ہے۔ اور اب وہ ملک پر حکومت کرنا شروع کرے گی۔

مزدوری پیشہ جماعت کے امیدوار لندن ۸ اکتوبر مزدوری پیشہ جماعت نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ جنرل انتخاب کے موقعہ پر وہ اپنے ۳۰۰ امیدوار بھیجیں گے۔

جاپان میں ایک شدید طوفان ٹوکیو ۷ اکتوبر۔ گذشتہ دوشنبہ کو طوفان میں جس قدر لوگ ہلاک ہوئے ہیں ان کی تعداد برابر بڑھتی جاتی ہے۔ اندازہ کیا جاتا ہے کہ کم از کم دس کروڑ ین (جاپانی سکہ) کا نقصان ہوا ہے۔ صرف ٹوکیو کے ضلع میں پانچسو آدمی ہلاک ہوئے۔ ۳ ہزار مکانات تباہ ہوئے اور ڈیڑھ لاکھ مکانات پانی میں ہیں۔ دو لاکھ آدمی بے خانماں ہیں۔ ٹوکیو کے قرب وجوار میں بہت سے موضع تباہ ہو گئے ہیں۔ ایک جزیرہ جس کی آبادی ۳ سو نفوس تھی وہ بالکل غائب ہے۔

سلطان مصر لندن ۹ اکتوبر۔ خبر ملی ہے کہ سلطان مصر بستر مرگ پر پڑے ہوئے ہیں۔

باہتمام شیخ عبد الرحمن صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر مطبع ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر مالکان کے لئے شائع ہوا۔